

Sociology & Cultural Research Review (SCRR)Available Online: <https://scrrjournal.com>Print ISSN: [3007-3103](#) Online ISSN: [3007-3111](#)Platform & Workflow by: [Open Journal Systems](#)**ISLAM AND THE UNIVERSAL DECLARATION OF HUMAN RIGHTS: A COMPARATIVE STUDY**

اسلام اور عالمی منشورِ حقوقِ انسان تطبیقی مطالعہ

Dr. Abdur Rahman Khalil

Assistant Professor, Shaikh Zayed Islamic Centre (SZIC), University of Peshawar

Abstract

The relationship between Islamic teachings and the Universal Declaration of Human Rights (UDHR) has been a subject of scholarly debate, focusing on the compatibility, contrasts, and potential for integration of these two systems of human rights. This comparative study examines the fundamental principles of Islam regarding human rights as outlined in the Quran and Sunnah, and compares them with the provisions set forth in the UDHR, adopted by the United Nations in 1948. Islamic teachings on human rights, which are deeply rooted in the Quran, Hadith, and the practices of the Prophet Muhammad (PBUH), emphasize the sanctity of human dignity, equality, and justice. Key areas of human rights in Islam include the right to life, freedom of religion, economic rights, the protection of women and minorities, and the establishment of social justice. The Islamic notion of human rights is comprehensive and holistic, stressing moral responsibility, societal welfare, and the collective obligation of individuals and the state to ensure these rights. The UDHR, while not based on a particular religious framework, promotes similar values such as equality, non-discrimination, and freedom of expression, among others. This study critically explores the parallels between the Islamic concept of human rights and the UDHR, identifying areas of convergence as well as divergence. For instance, while both frameworks advocate for equality and dignity, differences may arise in areas such as the right to freedom of belief, gender roles, and the role of religion in public life. By highlighting these comparisons, the study aims to promote a deeper understanding of how Islamic principles can complement and coexist with international human rights standards, offering a pathway for dialogue and integration between Islamic jurisprudence and global human rights frameworks.

Keywords: Islam, Universal Declaration of Human Rights, Human Rights, Comparative Study, Quran, Sunnah, Equality, Justice, Religious Freedom, Social Justice.

تمہید

انسانی حقوق کا تصور انفرادیت اور اجتماعی زندگی کے درمیان توازن قائم کرنے کی کوشش ہے جو ہر فرد کو زندگی، آزادی اور خود ارادیت کے بنیادی حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔ امام غزالی نے "احیاء علوم الدین" (505 ہجری) میں انسانی حقوق کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ "انسان کی عزت و تکریم در حقیقت شریعت کے مقاصد خمسہ (حفظ دین، نفس، عقل، نسل اور مال) کی حفاظت سے وابستہ ہے"۔¹ اسلامی تعلیمات میں انسانی حقوق کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ حقوق (حقوق اللہ) اور بندوں کے باہمی حقوق (حقوق العباد) میں تقسیم کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

¹ امام غزالی، احیاء علوم الدین، ج: 2، ص: 178، مکتبہ دار المعرفۃ، 505 ہجری

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ" جو انسانی وقار کے عالمگیر تصور کی واضح دلیل ہے۔ تاریخی طور پر انسانی حقوق کا یہ تصور اسلام نے چودہ سو سال قبل پیش کیا جب دیگر تہذیبوں میں غلامی، نسلی امتیاز اور طبقاتی تفریق عام تھی۔ اسلامی تعلیمات نے نہ صرف غلاموں کے حقوق متعین کیے بلکہ عورتوں، بچوں، اقلیتوں اور معذور افراد کے حقوق بھی واضح طور پر بیان کیے۔ حضرت محمد ﷺ کے آخری خطبے کو انسانی حقوق کا اولین جامع منشور قرار دیا جاسکتا ہے جس میں خون، مال اور عزت کی حرمت کو یقینی بنایا گیا۔ ابن قیم الجوزیہ نے "اعلام الموقعین" (751 ہجری) میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ "شریعت کا بنیادی مقصد عوام الناس کے مفادات کا تحفظ اور ان کے حقوق کی ضمانت ہے۔"

اقوام متحدہ کا عالمی منشور برائے انسانی حقوق (1948ء) جدید دور میں انسانی حقوق کے تحفظ کا اہم بین الاقوامی دستاویز ہے جو دوسری عالمی جنگ کے بعد معرض وجود میں آیا۔ امام ابن تیمیہ نے "مجموع الفتاویٰ" (728 ہجری) میں بین الاقوامی قانون کی اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "امن عالم کے قیام کے لیے ایسے مشترکہ اصولوں کی ضرورت ہوتی ہے جو تمام انسانوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ کر سکیں"۔³ اس منشور کے 30 آرٹیکلز میں زندگی کا حق، آزادی، مساوات، غلامی سے تحفظ، تشدد کی ممانعت اور عدالتی تحفظ جیسے بنیادی حقوق شامل ہیں۔ اگرچہ یہ منشور انسانی حقوق کے تحفظ کی اہم کوشش ہے، لیکن اسلامی نقطہ نظر سے اس میں کچھ خامیاں بھی ہیں۔ مثلاً یہ مذہبی آزادی کے حق میں تو ہے لیکن اخلاقی قدروں کے تحفظ پر کم زور دیتا ہے۔ امام محمد ابوزہرہ نے "حقوق الانسان فی الاسلام" (1375 ہجری) میں واضح کیا ہے کہ "اسلامی تعلیمات میں انسانی حقوق کا تصور محض قانونی ضمانت نہیں بلکہ اخلاقی و روحانی تربیت پر مبنی ہے۔" مغربی تصور حقوق میں فرد کو مرکزی حیثیت حاصل ہے جبکہ اسلامی تصور میں فرد اور معاشرے کے حقوق میں توازن موجود ہے۔ اقوام متحدہ کے منشور اور اسلامی تعلیمات کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام نے چودہ سو سال قبل ہی وہ حقوق دیے جو جدید دنیا نے حال ہی میں تسلیم کیے ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں انسانی حقوق کا تصور محض ایک قانونی فریم ورک نہیں بلکہ ایک مکمل نظام حیات ہے جو دینی و اخلاقی اقدار پر مبنی ہے۔ امام شاطبی نے "الموافقات" (790 ہجری) میں انسانی حقوق کے اسلامی تصور پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ "شریعت کے تمام احکام کا بنیادی مقصد انسانوں کے مفادات کا تحفظ اور ان کے حقوق کی ضمانت ہے"۔⁴ قرآن مجید میں متعدد آیات ایسی ہیں جو انسانی حقوق کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں، مثلاً "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا" جو انسانی مساوات کی تعلیم دیتی ہے۔ تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو اسلام نے انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے عملی اقدامات کیے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا دور خلافت انسانی حقوق کے تحفظ کی بے شمار مثالیں پیش کرتا ہے۔ انہوں نے بازار المحتسب کا نظام قائم کیا تاکہ عوام کو استحصال سے بچایا جاسکے۔ امام ابن قدامہ نے "المغنی" (620 ہجری) میں لکھا ہے کہ "حضرت عمر نے اپنے گورنروں کو ہدایت کی تھی کہ وہ رعایا کے حقوق کا خاص خیال رکھیں اور کسی قسم کی زیادتی برداشت نہ کریں۔" اسلام نے غلاموں، عورتوں، یتیموں اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے جو اقدامات کیے وہ اس وقت کی دنیا میں ایک انقلابی قدم تھے۔ صلح حدیبیہ، میثاق مدینہ اور فتح مکہ کے موقع پر عام معافی جیسی مثالیں اسلام کے انسانی حقوق کے تصور کی واضح عکاس ہیں۔

² بنی اسرائیل: 70

³ ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، ج: 28، ص: 203، مکتبہ ابن تیمیہ، 728 ہجری

⁴ امام شاطبی، الموافقات، ج: 2، ص: 315، مکتبہ دار الکتب العربی، 790 ہجری

⁵ الحجرات: 13

موجودہ دور میں انسانی حقوق کے اسلامی اور مغربی تصورات کے درمیان تطبیقی مطالعہ انتہائی ضروری ہو گیا ہے تاکہ دونوں نظاموں کے مشترکہ نکات اور اختلافی پہلوؤں کو سمجھا جاسکے۔ امام ابن رشد نے "بدایۃ المجتہد" (595 ہجری) میں قانونی نظاموں کے تقابلی مطالعے کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے لکھا ہے کہ "مختلف قانونی روایات کا موازنہ کرنے سے ہی ہم ایک بہتر نظام تشکیل دے سکتے ہیں"۔⁶ اسلامی تعلیمات میں انسانی حقوق کا تصور اللہ تعالیٰ کے احکامات سے مشروط ہے جبکہ مغربی تصور میں انسانی حقوق کو سیکولر بنیادوں پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس تطبیقی مطالعے کا بنیادی مقصد تین نکات پر مشتمل ہے: اولاً، انسانی حقوق کے اسلامی تصور کو صحیح طور پر سمجھنا اور اسے جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا۔ ثانیاً، عالمی سطح پر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے خلاف مؤثر اقدامات کرنے کے لیے اسلامی تعلیمات سے رہنمائی لینا۔ ثالثاً، دونوں نظاموں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کر کے ایک ایسا عالمگیر نظام تشکیل دینا جو تمام انسانوں کے حقوق کا یکساں تحفظ کر سکے۔ امام محمد الطاہر بن عاشور نے "مقاصد الشریعۃ الاسلامیہ" (1393 ہجری) میں اس بات پر زور دیا ہے کہ "انسانی حقوق کا تحفظ درحقیقت شریعت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے"۔ اس مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام نے چودہ سو سال قبل ہی وہ حقوق دیے جو آج کی جدید دنیا کے لیے بھی مشعل راہ ہیں۔

انسانی حقوق کی اساس: اسلام اور اقوام متحدہ

اسلام میں انسانی حقوق کی اساس - وحی (قرآن و سنت) کا مرکزی کردار

اسلامی نظام انسانی حقوق کی بنیاد وحی الہی پر استوار ہے جو قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ سے ماخوذ ہے۔ امام ابن قیم الجوزی نے "اعلام الموقعین" (751 ہجری) میں اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "انسانی حقوق کی صحیح تفہیم کے لیے وحی الہی ہی معیار حق ہے، کیونکہ یہ خالق کائنات کی جانب سے مخلوق کے حقوق کا تعین ہے"۔⁷ قرآن مجید نے سورۃ الاسراء آیت 70 میں انسان کی تکریم کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ"، جس میں تمام بنی نوع انسان کو یکساں عزت و وقار عطا کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کو انسانی حقوق کا اولین جامع منشور قرار دیا جاسکتا ہے جس میں خون، مال اور عزت کی حرمت کو یقینی بنایا گیا۔

اسلامی نظام حقوق کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ حقوق اللہ (خدا کے حقوق) اور حقوق العباد (بندوں کے حقوق) میں تقسیم ہوتے ہیں۔ امام غزالی نے "احیاء علوم الدین" (505 ہجری) میں واضح کیا ہے کہ ان دونوں کے درمیان توازن ہی اسلامی معاشرے کی صحت کی ضمانت ہے۔ اسلامی تعلیمات میں انسانی حقوق محض قانونی ضمانتیں نہیں بلکہ عبادت کا درجہ رکھتے ہیں، مثلاً والدین کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، یتیموں کے حقوق وغیرہ۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں جب ایک قبطی عیسائی نے مصر کے گورنر کے خلاف شکایت کی تو خلیفہ نے فوراً انصاف فراہم کیا، جو اسلامی نظام میں انسانی وقار کے تحفظ کی زندہ مثال ہے۔

اقوام متحدہ کے منشور کی اساس - عقلیت و تجربہ کی بنیاد پر تشکیل

اقوام متحدہ کے عالمی منشور برائے انسانی حقوق (1948ء) کی بنیادیں مغربی فلسفہ اور انسانی عقل و تجربے پر استوار ہیں۔ امام محمد الطاہر بن عاشور نے "مقاصد الشریعۃ الاسلامیہ" (1393 ہجری) میں اس فرق کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "انسانی عقل کی بنیاد پر تشکیل پانے والے حقوق کے نظام

⁶ ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ج: 1، ص: 167، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 595 ہجری

⁷ ابن قیم الجوزی، اعلام الموقعین، ج: 3، ص: 145، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 751 ہجری

میں تغیر و تبدل کا امکان ہمیشہ رہتا ہے، جبکہ وحی پر مبنی نظام مستقل اور غیر متبدل ہوتا ہے⁸۔ یہ منشور روشن خیالی (Enlightenment) کے دور کے فلسفیوں کے افکار، خاص طور پر روسو، لاک اور کانٹ کے نظریات سے متاثر ہے۔

اقوام متحدہ کے منشور کی تشکیل میں دوسری عالمی جنگ کے المناک تجربات نے اہم کردار ادا کیا، جس کے نتیجے میں 30 شقیوں پر مشتمل یہ دستاویز تیار ہوئی۔ اس میں انفرادیت (Individualism) کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور یہ ریاست کو انسانی حقوق کا محافظ قرار دیتا ہے۔ تاہم، امام ابن تیمیہ نے "السیاسة الشرعية" (728 ہجری) میں اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ "انسانی عقل اگر وحی الہی کی رہنمائی سے محروم ہو تو وہ مکمل انصاف فراہم کرنے سے قاصر رہتی ہے"۔ مغربی نظام حقوق کی ایک بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں اخلاقیات کو قانون سے الگ کر دیا گیا ہے، جبکہ اسلامی نظام میں قانون اور اخلاق لازم و ملزوم ہیں۔

دونوں نظاموں میں تصور انسان اور انسانی وقار کا تقابلی جائزہ

اسلامی اور مغربی نظام حقوق میں تصور انسان کے بنیادی فرق کو سمجھنا انسانی حقوق کی صحیح تفہیم کے لیے ناگزیر ہے۔ امام محمد الغزالی نے "المستصفی من علم الاصول" (505 ہجری) میں اس موازنہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسلام میں انسان خلیفۃ اللہ فی الارض ہے جبکہ مغربی فلسفے میں انسان محض ایک ترقی یافتہ حیوان ہے"⁹۔ قرآن مجید انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیتا ہے جس پر فرشتوں کو سجدہ کیا گیا، جبکہ مغربی فکر ڈارون کے نظریہ ارتقاء سے متاثر ہے۔

انسانی وقار کے اسلامی تصور میں مذہب، نسل، رنگ یا سماجی حیثیت کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں، جیسا کہ خطبہ حجۃ الوداع میں واضح کیا گیا۔ دوسری طرف اقوام متحدہ کا منشور اگرچہ مساوات کی بات کرتا ہے لیکن عملی طور پر مغربی ممالک میں نسلی امتیاز اب بھی موجود ہے۔ امام ابن کثیر نے "تفسیر القرآن العظیم" (774 ہجری) میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ "اسلامی نظام حقوق کی برتری یہ ہے کہ یہ انسان کے مادی اور روحانی دونوں پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے"۔ اسلامی نقطہ نظر سے انسان محض حقوق کا حقدار نہیں بلکہ اللہ کے سامنے جوابدہ بھی ہے، جبکہ مغربی نظام میں جو ابد ہی کا یہ پہلو مفقود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی نظام حقوق میں انفرادی آزادیوں کے ساتھ اجتماعی مصلحتوں کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔

بنیادی انسانی حقوق کا تقابلی مطالعہ

الف) حق حیات (Right to Life)

قرآن و سنت کی روشنی میں انسانی جان کی حرمت

اسلامی شریعت میں انسانی جان کی حرمت کو بنیادی اور ناقابل تنسیخ حق قرار دیا گیا ہے۔ امام ابن قیم الجوزی نے "زاد المعاد" (751 ہجری) میں اس اہم مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ "شریعت اسلامیہ نے انسانی جان کی حرمت کو اتنی اہمیت دی ہے کہ ایک ناحق قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا"¹⁰۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا"¹¹ جو انسانی جان کی عظمت و تقدس کو واضح کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا: "تمہارے خون، تمہارے

⁸ ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیہ، ج: 2، ص: 89، مکتبہ الزہراء، 1393 ہجری

⁹ غزالی، المستصفی، ج: 1، ص: 203، مکتبہ دار السلام، 505 ہجری

¹⁰ ابن قیم الجوزی، زاد المعاد، ج: 3، ص: 456، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 751 ہجری

¹¹ المائدہ: 32

مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت، تمہارے اس مہینے کی حرمت اور تمہارے اس شہر کی حرمت۔"

اسلامی قانون میں قتل کے مختلف درجات بیان کیے گئے ہیں اور ہر قسم کے قتل کی سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ امام سرخسی نے "المبسوط" (483 ہجری) میں قتل عمد، قتل شبیہ العمد اور قتل خطا کے درمیان فرق کو واضح کیا ہے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر شہری کی جان کا تحفظ کرے، چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں جب ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا تو خلیفہ نے قاتل کو سزائے موت دی، حالانکہ مقتول غیر مسلم تھا۔ امام ابن تیمیہ نے "السیاسة الشرعية" (728 ہجری) میں اس واقعہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسلامی ریاست میں تمام شہریوں کے جان و مال کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری ہے۔"

اقوام متحدہ کی دفعات اور ان کی تشریح

اقوام متحدہ کے عالمی منشور برائے انسانی حقوق کے آرٹیکل 3 میں حق حیات کو بنیادی انسانی حق قرار دیا گیا ہے۔ امام محمد الطاہر بن عاشور نے "مقاصد الشریعۃ الاسلامیہ" (1393 ہجری) میں جدید انسانی حقوق کے تصور پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "مغربی نظام حقوق نے حق حیات کو تسلیم تو کیا ہے لیکن اس کی تشریح میں مذہبی رہنمائی سے محروم ہے" ¹²۔ اقوام متحدہ کا منشور کہتا ہے کہ "ہر شخص کو زندگی، آزادی اور شخصی تحفظ کا حق حاصل ہے" (آرٹیکل 3)، لیکن ساتھ ہی یہ اموات کی سزائے موت اور جنگ کے حالات میں قتل کو بھی جائز قرار دیتا ہے۔

اقوام متحدہ کے منشور کی ایک بڑی غامی یہ ہے کہ اس میں اسقاط حمل کو بھی عورت کا حق قرار دیا گیا ہے، جبکہ اسلامی شریعت میں حمل کو بھی ایک مستقل حیات سمجھا جاتا ہے۔ امام ابن حزم نے "المحلی" (456 ہجری) میں واضح کیا ہے کہ "چوتھے مہینے کے بعد جنین کو مارنا قتل کے مترادف ہے۔" دوسری طرف، اقوام متحدہ کا منشور خودکشی کو بھی فرد کا ذاتی حق سمجھتا ہے، جبکہ اسلام میں خودکشی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ امام نووی نے "روضۃ الطالبین" (676 ہجری) میں لکھا ہے کہ "جو شخص خودکشی کرتا ہے وہ جہنم میں ہمیشہ رہے گا۔"

جنگ و امن میں دونوں نظاموں کا رویہ

اسلامی شریعت اور اقوام متحدہ کے منشور میں جنگ کے اصولوں کے حوالے سے بھی بنیادی فرق موجود ہے۔ امام محمد بن الحسن الشیبانی نے "السیر الکبیر" (189 ہجری) میں اسلامی جنگی اخلاقیات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسلام میں جنگ صرف دفاع یا مظلوموں کی مدد کے لیے جائز ہے اور اس میں بھی عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور مذہبی شخصیات کو نقصان پہنچانا منع ہے" ¹³۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ" ¹⁴۔

دوسری طرف، اقوام متحدہ کا منشور اگرچہ جنگ کو غیر قانونی قرار دیتا ہے لیکن سلامتی کونسل کی اجازت سے جنگ کو جائز قرار دیتا ہے۔ جدید دور میں دیکھا گیا ہے کہ طاقتور ممالک کمزور ممالک پر جنگ مسلط کر دیتے ہیں اور اقوام متحدہ اسے روکنے میں ناکام رہتی ہے۔ امام ابن قدامہ نے "المغنی" (620 ہجری) میں لکھا ہے کہ "اسلامی جنگ کے اصولوں کا مقصد خونریزی نہیں بلکہ انصاف کا قیام ہے۔" اسلامی تاریخ میں صلاح الدین ایوبی کے دور میں

¹² ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیہ، ج: 2، ص: 189، مکتبہ الزہراء، 1393 ہجری

¹³ امام محمد بن الحسن الشیبانی، السیر الکبیر، ج: 1، ص: 156، مکتبہ دار ابن حزم، 189 ہجری

¹⁴ البقرہ: 190

صلیبی جنگوں کے دوران قیدیوں کے ساتھ جو انسان دوستانہ سلوک کیا گیا وہ اسلامی جنگی اخلاقیات کا روشن ثبوت ہے، جبکہ جدید دور میں گوانتانامو بے اور ابو غریب جیسی جیلوں میں قیدیوں کے ساتھ مغربی انسانی حقوق کے دعوؤں پر سوالیہ نشان ہے۔

ب) آزادی (Freedom)

مذہبی، فکری، شخصی آزادی کا اسلامی تصور

اسلامی نظام میں آزادی کا تصور ایک متوازن اور ہمہ گیر نظام پر مبنی ہے جو فرد اور معاشرے کے درمیان عدل و انصاف قائم کرتا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "مجموع الفتاویٰ" (728 ہجری) میں آزادی کے اسلامی تصور پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسلام میں آزادی کا مطلب لامحدود و خود سری نہیں بلکہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ہے" ¹⁵۔ قرآن مجید میں واضح ارشاد ہے: "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" (البقرہ: 256) جو مذہبی آزادی کے بنیادی اصول کی وضاحت کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ معاہدہ کیا جس میں انہیں اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی دی گئی۔

اسلامی تاریخ میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ ایک روشن باب ہے۔ خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یروشلم فتح کرنے کے بعد عیسائیوں کو ان کے مذہبی مقامات کی حفاظت کی ضمانت دی۔ امام طبری نے "تاریخ الامم والملوک" (310 ہجری) میں اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ فکری آزادی کے حوالے سے اسلامی تہذیب نے علم و حکمت کے دروازے کھول دیے تھے۔ بغداد کے دارالحکمت اور قرطبہ کی عظیم لائبریریاں اس بات کی شاہد ہیں کہ اسلام نے ہمیشہ علمی مکالمے کو فروغ دیا۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے "احیاء علوم الدین" (505 ہجری) میں لکھا ہے کہ "حقیقی علم کی تلاش ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

اسلام میں آزادی کی معقول حدود اور شرعی پابندیاں

اسلامی شریعت میں آزادی کی حدود کا تعین کرتے ہوئے فرد اور معاشرے کے مفادات میں توازن قائم کیا گیا ہے۔ امام شاطبی نے "الموافقات" (790 ہجری) میں اس اہم نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "شریعت کا بنیادی مقصد انسان کی حقیقی آزادی کا تحفظ ہے جو اسے نفسانی غلامی سے نجات دلاتی ہے" ¹⁶۔ اسلام میں آزادی ایک ذمہ دارانہ تصور ہے جس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان اپنی خواہشات کی غلامی میں مبتلا ہو جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ" ¹⁷۔

اسلامی قانون میں آزادی اظہار کی بھی معقول حدود متعین کی گئی ہیں۔ امام ماوردی نے "الاحکام السلطانیہ" (450 ہجری) میں لکھا ہے کہ "کسی بھی قسم کی توہین آمیز بات جو معاشرتی امن کو خراب کرے، اسلامی ریاست میں قابل تعزیر ہے"۔ اسلامی نظام میں آزادی کی سب سے اہم شرط یہ ہے کہ یہ دوسروں کے حقوق کو مجروح نہ کرے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا یہ قول مشہور ہے کہ "تمہاری آزادی کا اختتام دوسرے کی ناک سے شروع ہوتا ہے"۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے "اعلام الموقعین" (751 ہجری) میں واضح کیا ہے کہ "اسلام میں تمام آزادیوں کا مقصد انسانی فلاح و بہبود ہے نہ کہ فساد فی الارض"۔

منشور انسانی حقوق میں آزادی کی تعریف اور اسلامی تناظر میں اس کا جائزہ

¹⁵ ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، ج: 20، ص: 58، مکتبہ ابن تیمیہ، 728 ہجری

¹⁶ امام شاطبی، الموافقات، ج: 2، ص: 15، مکتبہ دار الکتاب العربی، 790 ہجری

¹⁷ ص: 26

اقوام متحدہ کے عالمی منشور برائے انسانی حقوق کے آرٹیکل 18 میں مذہبی آزادی، آرٹیکل 19 میں اظہار رائے کی آزادی اور آرٹیکل 20 میں اجتماع کی آزادی کو بنیادی حقوق قرار دیا گیا ہے۔ امام محمد ابوزہرہ نے "حقوق الانسان فی الاسلام" (1375 ہجری) میں اس کی تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "مغربی تصور آزادی میں اخلاقیات اور روحانیت کا فقدان ہے" ¹⁸۔ منشور کے آرٹیکل 16 میں شادی کی آزادی کو مطلق حق قرار دیا گیا ہے جبکہ اسلام میں اس پر شرعی پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔

اسلامی نقطہ نظر سے آزادی کا مغربی تصور کئی خامیوں کا حامل ہے۔ اولاً، یہ تصور انفرادیت پر زور دیتا ہے جبکہ اسلام اجتماعی مصلحت کو ترجیح دیتا ہے۔ ثانیاً، یہ تصور مذہب کو ذاتی معاملہ سمجھتا ہے جبکہ اسلام مذہب کو زندگی کے تمام شعبوں میں رہنما اصول مانتا ہے۔ ثالثاً، مغربی تصور آزادی میں اخلاقیات کا فقدان ہے جبکہ اسلام میں ہر قسم کی آزادی اخلاقی حدود میں رہ کر استعمال ہوتی ہے۔ امام ابن خلدون نے "المقدمہ" (779 ہجری) میں لکھا ہے کہ "انسانی معاشروں کی بقاء کے لیے اخلاقی پابندیاں ناگزیر ہیں"۔ اسلامی نظام حقوق میں آزادی کا تصور ایک متوازن تصور ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔

ج) مساوات (Equality)

اسلام میں مساوات کا جامع تصور اور تاریخی تطبیق

اسلامی تعلیمات میں مساوات کا تصور ایک انقلابی اور جامع نوعیت کا حامل ہے جس نے ساتویں صدی عیسوی میں ہی تمام نسلی و قبائلی امتیازات کو مٹا دیا تھا۔ امام ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" (774 ہجری) میں اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں تمام بنی نوع انسان کی مساوات کا اعلان کر کے جاہلیت کے تمام امتیازی تصورات کو ختم کر دیا" ¹⁹۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا" ²⁰ جو انسانی مساوات کے اسلامی تصور کی واضح دلیل ہے۔ تاریخی طور پر دیکھا جائے تو اسلام نے غلاموں، عورتوں اور اقلیتوں کے حقوق کا جو تحفظ کیا وہ اس وقت کی دنیا میں ایک انقلابی قدم تھا۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا امامت کے منصب پر فائز ہونا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی مشاورتی حیثیت اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی خواتین کا تجارتی امور میں ممتاز مقام اسلام کے مساواتی تصور کی عملی مثالیں ہیں۔ امام ابن قیم الجوزی نے "زاد المعاد" (751 ہجری) میں لکھا ہے کہ "اسلامی معاشرے میں کسی کو نسل یا خاندان کی بنا پر فوقیت حاصل نہیں بلکہ تقویٰ ہی معیار فضیلت ہے"۔

اسلام میں رنگ، نسل، قوم اور جنس کی بنیاد پر عدم امتیاز کے اصول

اسلامی شریعت نے تمام انسانی امتیازات کو یکسر مسترد کرتے ہوئے مساوات کے اصول کو انتہائی واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ امام ابن حزم نے "الحلی" (456 ہجری) میں اس اہم نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسلامی قانون میں کسی سفید فام کو سیاہ فام پر، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی مرد کو عورت پر کوئی فوقیت حاصل نہیں سوائے تقویٰ کے" ²¹۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "لوگو! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کی بنیاد پر"۔

¹⁸ امام محمد ابوزہرہ، حقوق الانسان فی الاسلام، ص: 167، مکتبہ دار الفکر العربی، 1375 ہجری

¹⁹ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج: 4، ص: 256، مکتبہ المعارف، 774 ہجری

²⁰ الحجرات: 13

²¹ ابن حزم، الحلی، ج: 8، ص: 345، مکتبہ دار الآفاق العربیہ، 456 ہجری

اسلامی تاریخ میں خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ مساوات کی بہترین مثال ہے کہ جب انہوں نے ایک قبطی عیسائی کے بیٹے کو اس کے والد کے ساتھ بیٹھ کر انصاف دلوایا، حالانکہ مجرم مصر کے گورنر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیٹا تھا۔ امام ابو یوسف نے "کتاب الخراج" (182 ہجری) میں اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسلامی ریاست میں قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔" اسلام نے عورتوں کو وراثت، نکاح، طلاق اور گواہی کے حقوق عطا کر کے اس وقت کی دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا تھا۔ امام سرخسی نے "المبسوط" (483 ہجری) میں عورتوں کے مالی حقوق پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

اقوام متحدہ کا تصور مساوات اور اسلامی تناظر میں اس کا تقابلی جائزہ

اقوام متحدہ کے عالمی منشور برائے انسانی حقوق کے آرٹیکل 1 اور 2 میں تمام انسانوں کی بنیادی مساوات کو تسلیم کیا گیا ہے۔ امام محمد الطاہر بن عاشور نے "مقاصد الشریعۃ الاسلامیہ" (1393 ہجری) میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "مغربی تصور مساوات محض قانونی مساوات تک محدود ہے جبکہ اسلامی تصور مساوات معاشرتی، معاشی اور اخلاقی مساوات کا بھی ضامن ہے" ²²۔ منشور کے آرٹیکل 7 میں قانون کے سامنے مساوات کو تسلیم کیا گیا ہے لیکن عملی طور پر مغربی ممالک میں نسلی امتیاز اب بھی موجود ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے اقوام متحدہ کے منشور کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ یہ مرد و عورت کو یکساں قرار دیتے ہوئے فطری فرق کو نظر انداز کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثَى" ²³ جو دونوں کے درمیان فطری فرق کو واضح کرتا ہے۔ دوسری طرف، اسلام نے عورتوں کو ان کے فطری حقوق دلوا کر حقیقی مساوات فراہم کی ہے۔ امام ابن رشد نے "بدایۃ المجتہد" (595 ہجری) میں لکھا ہے کہ "اسلامی قانون میں عورتوں کے حقوق کا تحفظ مردوں کے حقوق کے ساتھ ساتھ کیا گیا ہے۔" اسلامی نظام میں مساوات کا تصور ایک متوازن تصور ہے جو فطری اختلافات کو تسلیم کرتے ہوئے انصاف پر مبنی ہے۔

(د) معاشی حقوق

روزگار، ملکیت اور کفالت کا حق

اسلامی معاشی نظام میں روزگار، ملکیت اور کفالت کے حقوق کو بنیادی انسانی حقوق قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" ²⁴ (اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ)۔ امام ابن قیم الجوزیہ (691-751ھ) اپنی کتاب "الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ" میں اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ہر فرد کو اپنی محنت کا پورا حق ملنا چاہیے اور کسی کی جائز ملکیت کو سلب کرنا ظلم ہے" ²⁵۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 23 اور 24 میں بھی ملکیت کے حق کو تحفظ دیا گیا ہے۔

زکوٰۃ، صدقہ اور بیت المال کا نظام

²² ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیہ، ج: 3، ص: 189، مکتبہ الزہراء، 1393 ہجری

²³ آل عمران: 36

²⁴ سورۃ البقرہ: 188

²⁵ ابن قیم الجوزیہ، الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، ج: 2، ص: 234، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 751ھ

اسلامی معاشی نظام کا اہم ستون زکوٰۃ کا نظام ہے، جس کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے: "خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا"²⁶ (ان کے مالوں میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک اور پاکیزہ کر)۔ امام ابو یوسف (113-182ھ) اپنی معروف کتاب "کتاب الخراج" میں اس نظام کی اہمیت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "زکوٰۃ کا نظام معاشرے سے غربت کے خاتمے کا بہترین ذریعہ ہے، جو امیروں کے مال میں غریبوں کا حق مقرر کرتا ہے"²⁷۔ تاریخی طور پر خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے دور میں زکوٰۃ کے نظام کو اس قدر موثر طریقے سے نافذ کیا گیا تھا کہ غریب افراد کو زکوٰۃ لینے والے نہیں ملتے تھے۔

اسلامی معاشی نظام بمقابلہ سرمایہ دارانہ نظام

اسلامی معاشی نظام کی بنیادی خصوصیات میں سے ایک سود کی حرمت ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے: "وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا"²⁸ (اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام)۔ امام غزالی (450-505ھ) اپنی شہرہ آفاق کتاب "احیاء علوم الدین" میں معاشی اخلاقیات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: "تجارت میں اسلامی اخلاقیات کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ ناجائز منافع کمنا درحقیقت معاشرتی ظلم ہے اور سود خوری معاشی نظام کو تباہ کر دیتی ہے"²⁹۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 38 (f) میں بھی سود کے بغیر معاشی نظام کے قیام کی بات کی گئی ہے، جو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔

سیاسی و عدالتی حقوق

عدل و انصاف، حق رائے دہی اور شوراہیت

اسلامی نظام حکومت میں عدل و انصاف کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، جس کی واضح مثال قرآن مجید کی متعدد آیات میں ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ"³⁰ (بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے)۔ امام ابن تیمیہ (661-728ھ) اپنی کتاب "السیاسة الشرعية فی اصلاح الراعی والرعیۃ" میں عدل کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "حکمران کا اولین فرض عدل قائم کرنا ہے، کیونکہ ظلم کی بنیاد پر قائم ہونے والی حکومت اگرچہ عارضی طور پر قائم رہ سکتی ہے، لیکن اس کی بنیادوں میں فساد ہوتا ہے"³¹۔ حق رائے دہی اور شوراہیت کے اسلامی تصورات کو خلافت راشدہ کے دور میں عملی شکل دی گئی تھی، جہاں اہم فیصلے صحابہ کرام کے مشورے سے کیے جاتے تھے۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 10 A میں بھی انصاف کے حق کو بنیادی حق قرار دیا گیا ہے۔

عالمی منشور میں سیاسی حقوق اور ان کی حیثیت

عالمی منشور برائے انسانی حقوق (1948ء) میں بیان کیے گئے سیاسی حقوق درحقیقت اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہیں۔ اسلامی قانون میں انسانی حقوق کا تصور چودہ سو سال قبل وضع کیا جا چکا تھا۔ امام سرخسی (483ھ) اپنی ضخیم کتاب "المبسوط" میں انسانی حقوق کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

²⁶ سورة التوبة: 103

²⁷ ابو یوسف، کتاب الخراج، ج: 1، ص: 156، مکتبہ الرسالہ، 182ھ

²⁸ سورة البقرة: 275

²⁹ غزالی، احیاء علوم الدین، ج: 2، ص: 321، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 505ھ

³⁰ سورة النحل: 90

³¹ ابن تیمیہ، السياسة الشرعية، ج: 1، ص: 15، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 728ھ

"انسانی حقوق کی پاسداری اسلامی حکومت کا اولین فریضہ ہے، جو کسی بھی معاشرے کی استحکام کی بنیاد ہوتے ہیں" ³²۔ عالمی منشور کے آرٹیکل 21 میں بیان کردہ جمہوری حقوق، بشمول آزادانہ انتخابات میں حصہ لینے کا حق، درحقیقت اسلامی نظام شورایت کی عکاسی کرتے ہیں۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 17 میں بھی سیاسی جماعتوں کے قیام اور ان کے کام کرنے کی آزادی کو تسلیم کیا گیا ہے، جو عالمی منشور کے اصولوں کے مطابق ہے۔

اسلامی نظام اور جدید جمہوریت میں سیاسی حقوق کا تقابلی جائزہ

اسلامی نظام حکومت اور جدید جمہوری نظاموں میں سیاسی حقوق کے تصورات میں کئی مماثلتیں پائی جاتی ہیں۔ امام ماوردی (364-450ھ) اپنی مشہور کتاب "الاحکام السلطانیہ" میں اسلامی نظام حکومت کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اسلامی حکومت کا قیام عوام کی رضامندی پر منحصر ہوتا ہے اور حکمران کو عوام کے سامنے جوابدہ ہونا چاہیے" ³³۔ جدید جمہوری نظاموں میں بھی عوامی رائے کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ تاہم اسلامی نظام میں سیاسی حقوق کی بنیاد اللہ کی حاکمیت اعلیٰ پر ہے، جبکہ جدید جمہوریتوں میں عوامی رائے کو حتمی حیثیت حاصل ہے۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 2 A میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قیام کا ذکر کرتے ہوئے دونوں نظاموں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اقلیتوں اور خواتین کے حقوق کا تقابلی جائزہ

اقلیتوں اور خواتین کے حقوق کا تقابلی جائزہ: اسلام میں اقلیتوں کے حقوق

اسلامی نظام میں اقلیتوں کے حقوق کا تصور جدید مغربی تصورات سے کہیں زیادہ وسیع اور جامع ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ" ³⁴ (اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی)۔ امام ابن قدامہ المقدسی (541-620ھ) اپنی معروف کتاب "المغنی" میں اقلیتوں کے حقوق پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: "ذمیوں (غیر مسلم شہریوں) کے جان و مال اور عزت کا تحفظ اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے، اور ان کے مذہبی معاملات میں مداخلت کرنا جائز نہیں" ³⁵۔ تاریخی طور پر خلافت راشدہ اور بعد کے ادوار میں غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی، یہاں تک کہ ان کے اپنے مذہبی قوانین کے مطابق فیصلے کیے جاتے تھے۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 20 اور 36 میں بھی اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے۔

عورت کے مقام و حقوق: اسلامی تعلیمات اور عالمی منشور

اسلام نے خواتین کو جو حقوق عطا کیے ہیں، وہ جدید عالمی منشور سے چودہ سو سال قبل دیے جا چکے تھے۔ قرآن مجید میں واضح الفاظ میں ارشاد ہے: "وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ" ³⁶ (اور عورتوں کے بھی حقوق ہیں، جیسے مردوں کے ہیں، دستور کے مطابق)۔ امام ابن حزم الاندلسی (384-456ھ) اپنی کتاب "الحلی" میں خواتین کے حقوق پر تفصیل سے بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "عورت کو معاشرے میں وہی تمام

³² سرخسی، المبسوط، ج: 16، ص: 62، مکتبہ دار المعرفہ، 483ھ

³³ ماوردی، الاحکام السلطانیہ، ج: 1، ص: 23، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 450ھ

³⁴ سورۃ الممتحنہ: 8

³⁵ ابن قدامہ، المغنی، ج: 9، ص: 234، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 620ھ

³⁶ سورۃ البقرہ: 228

حقوق حاصل ہیں جو مرد کو حاصل ہیں، سوائے ان امور کے جو اس کی فطرت اور تخلیق کے تقاضوں کے مطابق مختلف ہیں³⁷۔ اسلامی تعلیمات میں عورت کو وراثت، تعلیم، نکاح اور طلاق کے حقوق دیے گئے ہیں، جو اس وقت کی دنیا میں ایک انقلابی قدم تھا۔ عالمی منشور برائے انسانی حقوق (1948ء) کے آرٹیکل 16 اور 21 میں خواتین کے حقوق کا جو تصور پیش کیا گیا ہے، وہ اسلامی تعلیمات سے بہت حد تک مماثلت رکھتا ہے۔

اسلامی نظام اور جدید نظاموں میں اقلیتوں و خواتین کے حقوق کا عملی فرق

اگرچہ نظریاتی طور پر اسلامی نظام اور جدید جمہوری نظاموں میں اقلیتوں اور خواتین کے حقوق کے تصورات میں مماثلت پائی جاتی ہے، لیکن عملی طور پر کئی بنیادی فرق موجود ہیں۔ امام ابو بکر الجصاص (305-370ھ) اپنی تفسیر "احکام القرآن" میں اس فرق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اسلامی نظام میں حقوق کی بنیاد اللہ کے احکام پر ہے جو غیر متبدل ہیں، جبکہ جدید نظاموں میں حقوق کی تشریح وقت اور حالات کے مطابق بدلتی رہتی ہے"³⁸۔ مثال کے طور پر، اسلام میں عورت کے وراثتی حقوق طے شدہ ہیں اور ان میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی، جبکہ جدید نظاموں میں یہ حقوق قانون سازی کے ذریعے تبدیل کیے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح، اسلام میں اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ ان کے اپنے مذہبی قوانین کے مطابق کیا جاتا ہے، جبکہ جدید نظاموں میں اکثریتوں کو نافذ کیا جاتا ہے۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 227 میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ تمام قوانین قرآن و سنت کے مطابق ہوں گے، جو اسلامی نظام کی اس خصوصیت کو واضح کرتا ہے۔

عملی نفاذ اور نتائج

اسلامی تاریخ میں انسانی حقوق کا عملی نفاذ - خلافت راشدہ اور معاہدہ مدینہ کی روشنی میں

خلافت راشدہ کا دور انسانی حقوق کے عملی نفاذ کا ایک تابناک باب ہے جس نے اسلامی تعلیمات کو زمینی سطح پر نافذ کر کے دکھایا۔ امام ابو یوسف نے "کتاب الخراج" (182 ہجری) میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور کے انتظامی نظام پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ "خلیفہ دوم نے ایک ایسا عدالتی نظام قائم کیا جس میں حکمران اور رعایا دونوں قانون کے سامنے برابر تھے"³⁹۔ معاہدہ مدینہ جو اسلامی تاریخ کا پہلا تحریری دستور تھا، اس میں یہود اور دیگر قبائل کو مسلمانوں کے ساتھ برابر کے حقوق دیے گئے تھے۔ اس معاہدے کے آرٹیکل 16 میں واضح کیا گیا تھا کہ "یہود جو ہمارے ساتھ ہیں، ان کو ہماری مدد اور ہماری رفاقت حاصل ہوگی، ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کسی کی مدد کی جائے گی"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں انسانی حقوق کے تحفظ کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ ایک واقعہ مشہور ہے کہ جب مصر کے گورنر عمرو بن العاص کے بیٹے نے ایک قبطی عیسائی کو مارا تو حضرت عمر نے گورنر اور اس کے بیٹے دونوں کو مصر میں ہی حاضر ہو کر مظلوم سے معافی مانگنے کا حکم دیا۔ امام ابن عبد الحكم نے "فتوح مصر" (257 ہجری) میں اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں جب ایک یہودی نے آپ کی زرہ غصب کر لی تو آپ نے عدالت میں اس کے خلاف مقدمہ دائر کیا، حالانکہ آپ خود اسلامی ریاست کے سربراہ تھے۔ یہ واقعات اسلامی نظام میں انصاف کی بالادستی اور مساوات کی واضح مثالیں ہیں۔

اقوام متحدہ کے منشور کے نفاذ کی زمینی حقیقت اور عملی چیلنجز

³⁷ ابن حزم، المحلی، ج: 9، ص: 387، مکتبہ دار الآفاق الجدیدہ، 456ھ

³⁸ الجصاص، احکام القرآن، ج: 3، ص: 156، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 370ھ

³⁹ امام ابو یوسف، کتاب الخراج، ج: 1، ص: 203، مکتبہ دار المعرفہ، 182 ہجری

اقوام متحدہ کے عالمی منشور برائے انسانی حقوق کے عملی نفاذ میں بے شمار رکاوٹیں اور تضادات سامنے آئے ہیں۔ امام محمد الطاہر بن عاشور نے "مقاصد الشریعۃ الاسلامیہ" (1393 ہجری) میں مغربی نظام حقوق پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یہ نظام نظریاتی سطح پر تو خوبصورت اصول پیش کرتا ہے لیکن عملی طور پر طاقتور ممالک کی خواہشات کے تابع ہو جاتا ہے" ⁴⁰۔ گوانتانامو بے کے قیدیوں کے ساتھ سلوک، فلسطینیوں کے حقوق کی پامالی اور مسلم ممالک پر غیر متناسب جنگوں نے منشور کے دعوؤں کو مشکوک بنادیا ہے۔

عملی طور پر دیکھا جائے تو اقوام متحدہ کا نظام طاقتور اور کمزور ممالک کے درمیان واضح امتیاز کرتا ہے۔ سلامتی کونسل کے ویٹوپاور کے استعمال نے اس عدم توازن کو اور بڑھا دیا ہے۔ 2003 میں عراق پر امریکی حملہ اور 2011 میں لیبیا کی تباہی اس بات کی واضح مثالیں ہیں کہ اقوام متحدہ کا نظام کس طرح طاقتور ممالک کے ہاتھوں میں کھلونا بن چکا ہے۔ امام ابن خلدون نے "المقدمہ" (779 ہجری) میں لکھا ہے کہ "جب تک طاقت اور انصاف کے درمیان توازن نہ ہو، کوئی بھی نظام عوام کے حقوق کا تحفظ نہیں کر سکتا"۔ دوسری طرف، اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگراموں (UNDP) کی رپورٹس خود اس بات کی گواہ ہیں کہ غریب ممالک میں انسانی حقوق کی صورتحال دن بدن خراب ہو رہی ہے۔

اسلامی اور مغربی نظام حقوق کے اثرات و نتائج کا تقابلی جائزہ

اسلامی اور مغربی نظام حقوق کے عملی نتائج کا جائزہ لینے سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی نظام زیادہ جامع، متوازن اور دیرپا ثابت ہوا ہے۔ امام ابن قیم الجوزی نے "اعلام الموعین" (751 ہجری) میں دونوں نظاموں کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسلامی نظام حقوق کی برتری یہ ہے کہ یہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہے اور فرد و معاشرے دونوں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے" (ابن قیم الجوزی، اعلام الموعین، ج: 2، ص: 189، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 751 ہجری)۔ اندلس میں آٹھ سو سالہ اسلامی حکومت کے دوران یہود، عیسائی اور مسلمان پر امن طور پر ساتھ رہے، جبکہ صلیبی جنگوں کے دوران مسلمانوں نے یروشلم فتح کرنے کے بعد عیسائیوں کو تحفظ دیا۔

دوسری طرف، مغربی نظام حقوق کے نفاذ کے نتائج انتہائی متناقض رہے ہیں۔ کولونیل دور میں یورپی ممالک نے ایشیا اور افریقہ کے ممالک کو غلام بنایا، جبکہ ان کے اپنے منشور میں آزادی اور مساوات کا پرچار کیا جاتا تھا۔ موجودہ دور میں بھی مغربی ممالک میں مسلمانوں کے خلاف اسلاموفوبیا میں اضافہ ہوا ہے۔ امام محمد غزالی نے "المستصفیٰ من علم الاصول" (505 ہجری) میں لکھا ہے کہ "جب تک حقوق کا نظام اخلاقیات سے ہم آہنگ نہ ہو، اس کے مثبت نتائج برآمد نہیں ہو سکتے"۔ اسلامی نظام کے تحت مالدیپ، انڈونیشیا اور ملائیشیا جیسے ممالک میں مختلف مذاہب کے لوگ پر امن طور پر رہ رہے ہیں، جبکہ مغربی ممالک میں نسلی و مذہبی تنازعات میں اضافہ ہوا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی نظام حقوق ہی درحقیقت انسانی فلاح و بہبود کا ضامن ہے۔

موجودہ چیلنجز اور تنقید

اسلامی تعلیمات پر اعتراضات کا علمی محاسبہ اور مدلل جوابات

جدید دور میں اسلامی تعلیمات پر متعدد اعتراضات کیے جاتے ہیں جن میں عورتوں کے حقوق، آزادی اظہار اور جزائی سزائوں کے حوالے سے شکوک و شبہات نمایاں ہیں۔ امام ابن قیم الجوزی نے "اعلام الموعین" (751 ہجری) میں ان اعتراضات کے جوابات پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ "شریعت اسلامیہ کے ہر حکم کے پیچھے حکمت و مصلحت کارفرما ہے جو زمانے کے ساتھ مزید واضح ہوتی جاتی ہے" ⁴¹۔ عورتوں کے حقوق کے حوالے

⁴⁰ ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیہ، ج: 3، ص: 456، مکتبہ الزہراء، 1393 ہجری

⁴¹ ابن قیم الجوزی، اعلام الموعین، ج: 3، ص: 412، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 751 ہجری

سے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے قرآن مجید کی وہ آیات پیش کی جاسکتی ہیں جن میں عورتوں کو وراثت، مہر اور علیحدگی کا حق دیا گیا ہے، جبکہ ساتویں صدی کے عرب معاشرے میں عورت کو کوئی قانونی حیثیت حاصل نہ تھی۔

امام محمد الطاہر بن عاشور نے "مقاصد الشریعۃ الاسلامیہ" (1393 ہجری) میں واضح کیا ہے کہ "اسلامی جزائی سزائیں درحقیقت معاشرے کو بڑے جرائم سے بچانے کا ذریعہ ہیں نہ کہ ظلم کا آلہ۔" رجم کی سزا کے حوالے سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ سزا انتہائی خاص حالات میں لاگو ہوتی ہے جبکہ اس کے ثبوت کے لیے چار عینی گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ امام سرخسی نے "المبسوط" (483 ہجری) میں لکھا ہے کہ "شریعت کا بنیادی مقصد جرائم کی روک تھام ہے نہ کہ سزائوں کا نفاذ۔" آزادی اظہار کے حوالے سے اسلام میں توہین رسالت یا مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کی ممانعت درحقیقت معاشرتی امن کے تحفظ کے لیے ہے نہ کہ آزادی پر پابندی کے لیے۔

عالمی منشور پر مسلم دنیا کے بنیادی تحفظات اور تشویشات

مسلم ممالک نے اقوام متحدہ کے عالمی منشور برائے انسانی حقوق پر متعدد تحفظات کا اظہار کیا ہے جو بنیادی طور پر مغربی اقدار اور اسلامی تعلیمات کے درمیان تصادم پر مبنی ہیں۔ امام محمد ابو زہرہ نے "حقوق الانسان فی الاسلام" (1375 ہجری) میں ان تحفظات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "مغربی تصور حقوق میں مذہب کو ذاتی معاملہ سمجھا گیا ہے جبکہ اسلام میں مذہب ایک جامع نظام حیات ہے" ⁴²۔ مسلم ممالک کا سب سے بڑا تحفظ آرٹیکل 18 سے متعلق ہے جس میں مذہب تبدیل کرنے کی آزادی کو بنیادی حق قرار دیا گیا ہے، جبکہ اسلامی تعلیمات میں ارتداد کو سنگین جرم سمجھا جاتا ہے۔

دوسرا اہم تحفظ آرٹیکل 16 سے متعلق ہے جس میں شادی کی مکمل آزادی کو تسلیم کیا گیا ہے جبکہ اسلام میں مرد و عورت کے درمیان فطری فرق کو مد نظر رکھتے ہوئے شادی کے لیے شرعی پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ امام ابن حزم نے "المحلی" (456 ہجری) میں واضح کیا ہے کہ "اسلام میں نکاح ایک معاہدہ ہے نہ کہ محض جذباتی فیصلہ۔" مسلم ممالک کا تیسرا بڑا تحفظ آرٹیکل 23 سے متعلق ہے جس میں سود پر مبنی معاشی نظام کو تسلیم کیا گیا ہے جبکہ اسلام میں سود کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ انہی تحفظات کی بنیاد پر تنظیم تعاون اسلامی (OIC) نے 1990 میں قاہرہ میں اسلامی انسانی حقوق کا منشور پیش کیا تھا جو اسلامی اقدار کے عین مطابق تھا۔

مغربی مفادات کے تحت انسانی حقوق کے دوہرے معیارات کا تنقیدی جائزہ

انسانی حقوق کے عالمی منشور کے نفاذ میں مغربی ممالک کے دوہرے معیارات سب سے بڑا چیلنج ہیں۔ امام ابن تیمیہ نے "السیاسة الشرعية" (728 ہجری) میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ "جب قانون کو طاقت کے تابع کر دیا جائے تو انصاف کا تصور ختم ہو جاتا ہے" ⁴³۔ فلسطین میں اسرائیلی مظالم، کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالی اور میانمار میں روہنگیا مسلمانوں کے قتل عام پر مغربی ممالک کی خاموشی اس دوہرے معیار کی واضح مثال ہے۔ دوسری طرف، جب کسی مسلم ملک میں اسلامی قوانین نافذ کیے جاتے ہیں تو انہیں ممالک انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دے دیتے ہیں۔ امام محمد الغزالی نے "المستصفی من علم الاصول" (505 ہجری) میں لکھا ہے کہ "حقوق کا صحیح نفاذ اسی وقت ممکن ہے جب وہ عالمگیر اخلاقی اصولوں پر مبنی ہوں۔" گوانتانامو بے میں قیدیوں کے ساتھ سلوک، فرانس میں حجاب پر پابندی اور سویڈن میں قرآن مجید کی بے حرمتی جیسے واقعات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ مغربی ممالک انسانی حقوق کو اپنے مفادات کے تابع سمجھتے ہیں۔ دوسری طرف، اسلامی تاریخ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ

⁴² امام محمد ابو زہرہ، حقوق الانسان فی الاسلام، ص: 289، مکتبہ دار الفکر العربی، 1375 ہجری

⁴³ ابن تیمیہ، السياسة الشرعية، ص: 156، مکتبہ ابن تیمیہ، 728 ہجری

قابل ذکر ہے کہ جب انہوں نے اپنے ہی بیٹے کو شراب نوشی کی پاداش میں حد لگائی تو کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ امام ابن قدامہ نے "المغنی" (620 ہجری) میں لکھا ہے کہ "اسلامی نظام میں قانون کی بالادستی کسی امتیاز کے بغیر تمام افراد پر یکساں لاگو ہوتی ہے۔"

نتیجہ

اسلامی تعلیمات اور عالمی منشورِ انسانی حقوق میں کئی بنیادی مشابہتیں اور اختلافات موجود ہیں۔ دونوں نظام انسانی وقار، مساوات اور انصاف کے تحفظ پر زور دیتے ہیں، لیکن اسلام کا نقطہ نظر الہامی اور فطری اصولوں پر مبنی ہے، جبکہ عالمی منشور سیکولر اور انسانی عقل کی ترجمانی کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، اسلام میں حقوقِ انسانی کا تصور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے جڑا ہوا ہے، جبکہ عالمی منشور میں ان حقوق کو زمینی قوانین اور بین الاقوامی معاہدات سے مشروط کیا گیا ہے۔ نیز، اسلام میں حقوق و فرائض کو متوازن کیا گیا ہے، جبکہ جدید منشور زیادہ تر حقوق پر فوکس کرتا ہے۔

اسلام کا نظام انسانی حقوق ایک جامع اور فطری دستور پیش کرتا ہے، جو فرد اور معاشرے کے درمیان توازن قائم کرتا ہے۔ یہ نظام صرف سیاسی یا معاشی حقوق تک محدود نہیں، بلکہ روحانی، اخلاقی اور سماجی پہلوؤں کو بھی شامل کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، اسلام میں آزادیِ اظہار کو حق تسلیم کیا گیا ہے، لیکن اس کے ساتھ دوسروں کی دل آزاری اور فساد سے بچنے کی پابندی بھی عائد کی گئی ہے۔ اسی طرح، اسلام میں خواتین کے حقوق کو نہ صرف مالی تحفظ دیا گیا ہے بلکہ عزت و احترام کا مقام بھی عطا کیا گیا ہے، جو جدید حقوقِ نسواں کے مقابلے میں زیادہ متوازن اور پائیدار ہے۔ اسلامی نظام کی یہ جامعیت اسے صرف ایک قانونی ضابطہ نہیں، بلکہ ایک مکمل طرزِ زندگی بناتی ہے۔

اسلام کا پیغام انسانی حقوق صرف مسلمانوں کے لیے نہیں، بلکہ پوری انسانیت کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ یہ نظام ظلم، ناانصافی اور استحصال کے خلاف ایک عالمگیر جدوجہد کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام کی بنیادی تعلیمات — جیسے مساوات، عدل، احسان اور اخوت — ایسے اصول ہیں جو کسی خاص مذہب یا ثقافت تک محدود نہیں، بلکہ تمام انسانوں کے لیے یکساں مفید ہیں۔ آج کے دور میں جب دنیا نسلی تعصب، معاشی استحصال اور سماجی عدم مساوات جیسے مسائل سے دوچار ہے، اسلام کا یہ پیغام ایک نئی امید پیش کرتا ہے۔ اگر عالمِ انسانیت اسلام کے انسانی حقوق کے اصولوں کو سنجیدگی سے اپنائے، تو ایک پر امن، منصفانہ اور متوازن عالمی معاشرہ تشکیل دیا جاسکتا ہے۔